نظیری نیشاپوری

ڈاکٹر شمس الدین صدیقی، شعبۂ فارسی، ایم۔ ایس۔ یونیورسٹی، بڑودہ (گجرات)

غزل کے لغوی معنی ہیں عورتوں سے باتیں کرنا۔ ادبی اصطلاح میں یہ لفظ ان اشعار پر عائد ہوتا ہے جس میں عشق و محبت کے جذبات ادا کئے جائیں۔ فارسی شاعری کا آغاز سامانیوں کے عہد میں ہوا۔ شاعر سلاطین اور امراء کی مدح میں قصیدے لکھتے تھے اور انعام و اکرام اور داد سخن پاتے تھے۔ لیکن انسان کے لئے بالعموم اور شاعر کے لئے بالخصوص عشق و محبت کے جذبات سے مفر نہیں۔ لہٰذا سامانی اور غزنوی دور کے شعراء قصیدے کا آغاز عشقیہ اشعار سے کرتے تھے اور قصیدہ کا یہ جزو تشبیب کہلاتا تھا۔ اکثر ان تشبیبوں میں محبوب کا سراپا یا اس کی بے وفائی اور کج ادائی کا ذکر ہوتا تھا۔ رفتہ رفتہ عشقیہ جذبات کے اظہار کے لئے غزل ایک معین اور ممتاز شکل میں نمودار ہوئی۔ لیکن عشق مجازی کی واردات اور کیفیات کا دائرہ محدود ہوتا ہے نیز ان میں گہرائی اور گداز کی کمی ہوتی ہے۔ سلجوقیوں کا سیاسی اقتدار بڑھا تو خلافت اسلامی کی طاقت اور نفوذ اسی نسبت سے زوال پذیر ہوئے اہل ایران کے دلوں میں عجمیت کی خوابیدہ روح بیدار ہوئی اور اسلامی تعلیم اور طرز زندگی کی خشونت کا ردعمل تصوف کی شکل میں رونما ہوا۔ تصوف کے اثر سے غزل مجاز کی پستی سے ابھر کر حقیقت کی رفعت تک پہنچ گئی۔ سنائی، عطار اور ابوسعید ابی الخیر کی ادبی کاوشوں نے سعدی کی غزل گوئی کو جنم دیا۔ سعدی غزل کے ابوالآباء مانے گئے ہیں۔ ان کی غزل سوز و گداز میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہے۔ ایک عاشق کی زندگی کا آغاز و انجام اس شعر میں بیان کیا ہے ؎

خاکی مانداز وجود دیگران — از وجود عاشقان خاکستری

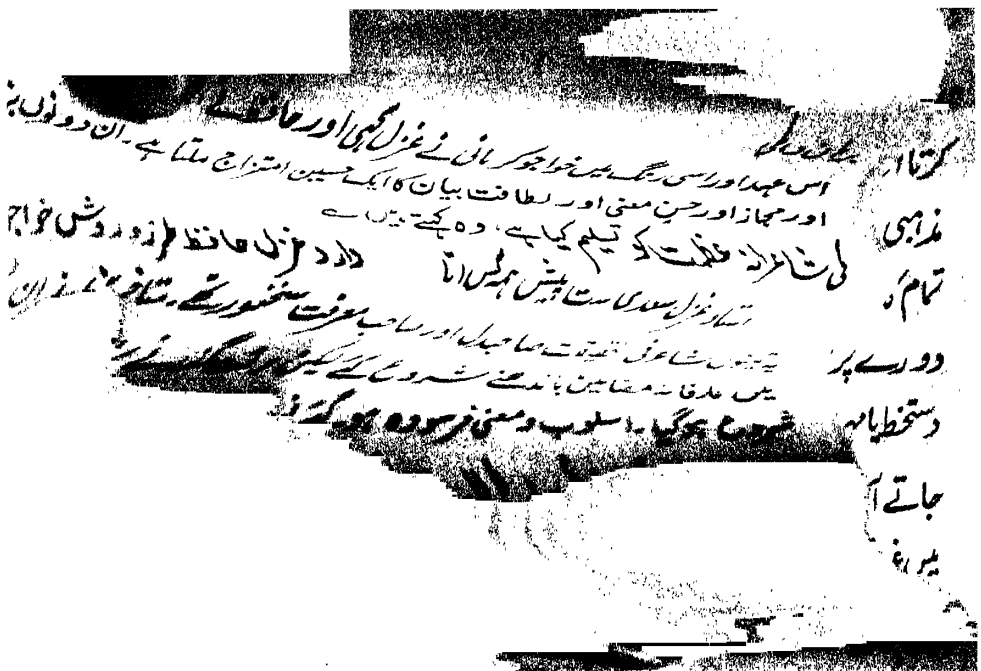

کرتا ... غزل کہی اور حافظ ... ان دونوں نے
اس عہد اور اسی رنگ میں خواجو کرمانی نے غزل ... کا ایک حسین امتزاج ملتا ہے
اور مجاز اور حسن معنی اور لطافت بیان ... وہ کہتے ہیں
مذہبی ... کی استادانہ عظمت کو تسلیم کیا ہے ... داد ... غزل مانند ... خواجو
تمام ... پیش ہمہ کس ... سخنوری ...
دوسرے پر ... عشق ... مضامین باندھنے ...
دستخط ... اسلوب و معنی ...
جاتے ...

کو فروغ دیا۔

نظیری نیشاپور کا رہنے والا تھا۔ ایران ... خاندان کے حکمرانوں نے ایک طرف تو تشیع کو ایران کا ... مذہب ... شاعروں کو مرثیہ گوئی کی طرف راغب کرنے کی کوشش کی۔ ادھر ہندوستان میں سلاطین مغلیہ کی حکومت اوجِ شباب پر تھی۔ بادشاہ اور امراء خود ادیب اور ادیب نواز تھے، ان کی سخن پروری اور شاعر نوازی کی شہرت سن کر نظیری بھی ہندوستان چلا آیا۔ اور اکبر کے دربار سے وابستگی پیدا کی۔ اگرچہ غزل کے دائرہ سے باہر قدم نہیں رکھا اور مدحت سرائی بھی کی تو غزل کی صنف میں، لیکن اکبر سخن شناس اور قدردان مربی تھا۔ دل کھول کر دادِ سخن دی اور انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا۔ نظیری کی زندگی خوشحالی اور تموّل میں گذری۔ اس کا کلام خواص و عوام میں بہت مقبول ہوا۔ اگرچہ نظیری نے تازہ گوئی کی روش اختیار کی۔ مگر وہ خود خواجہ حافظ کا معتقد تھا اور خواجہ شیرازی کی پیروی کا مدعی، چنانچہ ایک غزل میں اعتراف کرتا ہے۔

تا اقتدا بہ حافظ شیراز کردہ ایم   گردید مقتدائی دو عالم کلام ما

دور کے کلام میں مجاز کا عنصر غالب ہے۔ عشق و محبت کی واردات کی اتنی اور پر تاثیر تصویر کھینچی ہے کہ قارئین بے ساختہ داد دیتے ہیں۔ محبوب کی ادای کے متعلق رقم طراز ہیں۔

شرم می آید ز قاصد طفل محجوب مرا   بر سر راهش ببند از ید مکتوب مرا

وصل کی کیفیت کا اس انداز میں نقشہ کھینچا ہے؛

تا صحدستم به زلفی درهمی دارد   بر سر راهش ببند از ید مکتوب مرا

وصل کی کیفیت کا اس انداز میں نقشہ کھینچا ہے ؛

دستم بزلف درهمی دارد   گریبانم گریبانست و دامن دامن ست امشب

کا کیا رنگ ہے؛

بخود از خلوت برون آیم   چو پروانه که برآید ز محفل ... شب ها

کڑوی بات بھی عاشق کے کان میں شربت کے گھونٹ کی ... ہیں؛

تو حرف تلخ فروشی و من شکر نوشم   که چاشنی هزار آشتی ... جنگ ترا

غزل سرائی کی سب سے زیادہ ممتاز اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ذہنی اور تعلیمی ... سات کو مادی زندگی کی تمثیلات سے واضح کرتے ہیں۔ محبوب کی رقیب نوازی کو ... کرتے ہیں:

نشست پہلوی من و ز رقیب جام گرفت   گل تلافیٔ من رنگ انتقام گرفت

عاشق کی بے قراری اور اضطراب کو بیان کرنے کے لئے ایک انوکھی تمثیل کا ... ہے؛

تنا لیش جو گرد د گرد خاطر مضطرب گردم   چو محتاجی که گرد د در سرابش میہمان پیدا

آخری دور کے کلام میں حقیقت کا رنگ غالب ہے۔ اپنے جذبۂ عشق صادق پر بجا طور پر ناز کرتے ہیں؛

عشق بازیم به معشوق مزاجی انداخت   کز نیازیم که با او دست بخود نازی ہست

جب سالکِ راہ طریقت عرفان کی منزل پر پہنچ جاتا ہے تو وہ کتابی علم سے بے نیاز ہو جاتا ہے؛

اس عہد اور اسی رنگ میں خواجو کرمانی نے غزل کہی اور حافظ نے، جس کی غزل میں حقیقت اور مجاز اور حسنِ معنی اور لطافت بیان کا ایک حسین امتزاج ملتا ہے۔ ان دونوں بزرگوں کی شاعرانہ عظمت کو تسلیم کیا ہے، وہ کہتے ہیں ۔

استاد غزل سعدی است پیش ہمہ کس اما دارد غزل حافظ طرز و روش خواجو

یہ تینوں شاعر فی الحقیقت صاحب دل اور صاحب معرفت سخنور تھے۔ متاخرین نے ان کی تقلید میں عارفانہ مضامین باندھنے شروع کئے لیکن وقت گذرنے پران کا رنگ پھیکا پڑنا شروع ہوگیا۔ اسلوب و معنی فرسودہ ہوگئے۔ نویں صدی ہجری میں بابا فغانی شیرازی نے ایک نئی روش کی داغ بیل ڈالی۔ اس کے کلام میں ہر بیت بہت سے پہلو لئے ہوئے ہوتا تھا۔ دو مصرعوں میں دس باتیں کہی جاتی تھیں۔ یہ طرز تازہ گوئی کے نام سے مشہور ہوئی اور ہندوستان کے شاعروں میں بہت مقبول ہوئی، نظیری نے بھی اس شیوۂ سخن گوئی کو فروغ دیا۔

نظیری نیشاپور کا رہنے والا تھا۔ ایران میں صفوی خاندان کی عملداری تھی۔ اس خاندان کے حکمرانوں نے ایک طرف تو تشیع کو ایران کا رسمی مذہب قرار دیا۔ دوسری طرف شاعروں کو مرثیہ گوئی کی طرف راغب کرنے کی کوشش کی۔ ادھر ہندوستان میں سلاطین مغلیہ کی حکومت اوجِ شباب پر تھی۔ بادشاہ اور امراء خود ادیب اور ادیب نواز تھے، ان کی سخن پروری اور شاعر نوازی کی شہرت سن کر نظیری بھی ہندوستان چلا آیا۔ اور اکبر کے دربار سے وابستگی پیدا کی۔ اگرچہ غزل کے دائرہ سے باہر قدم نہیں رکھا اور مدحت سرائی بھی کی تو غزل کی صنف میں، لیکن اکبر سخن شناس اور قدردان مربی تھا۔ دل کھول کر دادِ سخن دی اور انعام و اکرام سے مالا مال کردیا۔ نظیری کی زندگی خوشحالی اور تموّل میں گذری۔ اس کا کلام خواص و عوام میں بہت مقبول ہوا۔ اگرچہ نظیری نے تازہ گوئی کی روش اختیار کی۔ مگر وہ خود خواجہ حافظ کا معتقد تھا اور خواجہ شیرازی کی پیروی کا مدعی، چنانچہ ایک غزل میں اعتراف کرتا ہے۔

تا اقتدا بہ حافظ شیراز کردہ ایم گردید مقتدائی دو عالم کلام ما